50

سلسلہ مطبوعات (۵۰)

خانقاہِ عالیہ رائے پور

(تاریخی تسلسل کے تناظر میں)

مفتی عبدالخالق آزاد

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خانقاہ عالیہ رحیمیہ، رائے پور، تاریخی تسلسل کے تناظر میں

کسی نظریہ اور عمل کے لئے تاریخی تسلسل کا موجود ہونا بڑا اہم سمجھا جاتا رہا ہے کہ اس سے فکر و عمل میں نکھار اور جذبوں میں قوت اور توانائی پیدا ہوتی ہے، بالخصوص دین اسلام میں اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ افکار و اعمال پورّے تسلسل اور سند متصل کے ساتھ آنے والی نسل کے سامنے آنے چاہئیں، تا کہ ان میں وہی محرکات عمل اور جذبۂ عشق و لگن پیدا ہو، جس نے شروع کے ادوار میں حیرت انگیز نتائج پیدا کر کے دنیا کی نظروں کو خیرہ کر کے رکھ دیا تھا، گویا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ تاریخی حوالے سے تسلسل کی قوت انسانی محرکات عمل کو تیز تر کر دیتی ہے اور سچے نظریہ اور ایمان پر مبنی عملی کردار کو زیادہ جاندار اور توانا بنا دیتی ہے۔

آقائے نامدار رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ انسانیت کی دنیاوی اور اخروی فلاح و بہبود کیلئے جو سچا دین، اسلام کی صورت میں لے کر آئے ہیں، وہ اپنے نظریۂ ایمان کی سچائی، اور انسانیت دوست عملی کردار کے سبب مثالی حیثیت لئے ہوئے ہے۔ انسانی فطرت کے بنیادی تقاضوں کے عین مطابق، اس کی ہمہ جہتی رہنمائی، اپنے اندر بے نظیر جامعیت رکھتی ہے۔ اس پس منظر میں دین متین کا عملی صورت میں قیامت تک محفوظ رہنا، خود انسانی زندگی کی بقا کیلئے لازمی اور ناگزیر حیثیت رکھتا ہے، چنانچہ ایک ایسی جماعت کا تسلسل کے ساتھ سرگرم عمل رہنا کہ جن کے قلوب مزکی (صیقل شدہ) ہوں، اور جن کا عملی کردار جاندار اور توانائی کا حامل ہو، اور ہر قسم کی سفلی خواہشات اور ذاتی و سطحی آلائشات سے قطعاً پاک ہو، دین اسلام کی حفاظت کا باعث بنتا چلا گیا ہے، چنانچہ آج تک اس تاریخی ارتقائی سفر کی صورت یہ رہی کہ دین اسلام کے بنیادی شعبے، شریعت، طریقت اور سیاست ..... اپنی پوری جامعیت کے ساتھ سینہ بہ سینہ، عمل بہ عمل، طبقہ بہ طبقہ، جماعت بہ جماعت پورے تاریخی تسلسل کے ساتھ منتقل ہوتے چلے آ رہے ہیں اور اس کا

طریقہ کار یہ رہا ہے کہ متقدمین کی صحبت یافتہ اور تربیت شدہ ہر جماعت نے ہر اگلے دور کیلئے افراد اور جماعتوں کو اپنے رنگ میں رنگ لیا اور جو کچھ انہیں اپنے روشن فکر اساتذہ و مشائخ سے ملا تھا۔ اس کی تربیت دے کر آنے والی نسل کو اپنے نظریہ اور مشن کا وارث بنا گئے اور بعد میں آنے والوں نے بھی اپنے روشن ضمیر بزرگوں کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کی، اور ان کی تربیت کو دل و جان سے قبول کیا اور سچے نظریہ اور ایمان کو قلوب میں جذب کر کے ان کی نیابت اور خلافت کا پورا پورا حق ادا کیا اور سپرد شدہ امور کو پوری ذمہ داری اور حسن وخوبی سے سرانجام دیا۔

قرونِ اولیٰ کی جماعتیں:

چنانچہ سرورِ دو عالم امام المرسلین حضور اقدس ﷺ نے سب سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا اور جو جذبہ اور مشن آپ ﷺ کا تھا۔ اسے صحابہ کرام کے قلوب میں بدرجۂ اتم منتقل کر دیا اور ان سے ایسا عظیم الشان کام لیا کہ دنیا آج بھی ان کے فکر و عمل اور جہد و کردار کے عالمی اثرات ونتائج پر انگشت بدنداں ہے، نبی کریم ﷺ نے اگلے دور کے لئے انہیں اپنا نائب بنا کر، دین اسلام کی عالمی سربلندی کے لئے بھرپور طور پر تیار کر دیا، آپ ﷺ کی صحبت کی طاقتور تاثیر نے انہیں ''صحابہ'' کا عظیم لقب عنایت فرمایا۔

پھر جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جہاں ایک طرف رسول اللہ ﷺ کے جذبۂ صادق اور مبارک مشن کے مطابق دین اسلام کی سربلندی اور اس کے غلبہ کیلئے اپنی جانیں تک قربان کر دیں، اور ''لیظھرہ علی الدین کلہ'' کے مقصد کو پورا کرتے ہوئے، دین حق کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنے کا کارنامہ اس عظیم جماعت کے ہاتھوں سرانجام پایا۔ وہاں ان حضرات اصحاب رسول اللہ ﷺ نے اگلے دور کیلئے ایک ایسی جماعت تیار کی، جس میں وہی جذبہ اور مشن پیدا کیا گیا، جو حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے قلوب میں پیدا کیا تھا، چنانچہ بعد میں آنے والی جماعت کو انہوں نے کچھ اس طرح اپنے رنگ میں رنگ لیا کہ اپنے فکر و عمل اور جہد و کردار میں یہ جماعت، صحابہ کرام کی جانشین اور وارث بن کر سامنے آئی، ان حضرات نے دل و جان سے صحابہ کی صحبت،

ان کی تربیت کامل اتباع، اوران کے مشن سے پوری دلبستگی اور وابستگی اختیار کی، اسی سبب سے انہیں ’’تابعین‘‘ کے پروقار لقب سے یاد کیا گیا۔ گویا انہوں نے جذبۂ ایمان وعمل کے حصول کے لئے صحابہ کرام کی مکمل اتباع کی اور دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران ہوئے۔

اسی طرح ’’تابعین‘‘ کے قلوب کے جذبۂ ایمانی اور باہوش جوش عمل نے جہاں ایک طرف اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق دین اسلام کی سربلندی اوراس کے غلبہ کیلئے ہرممکن حدتک کام کیا، وہاں ان حضرات نے اگلے دور کیلئے ایک ایسی جماعت بھی تیار کی، جوان کی کامل اتباع اور جذبۂ ایمان وعمل میں ان سے مکمل ہم آہنگی کے سبب ’’تبع تابعین‘‘ کے معزز لقب سے یاد کی گئی۔

اسی طرح ان حضرات کے بعد آئمہ سلف، علمار بانیین اور ہر شعبہ دین کے مجددین امت کی جماعتوں کی جماعتیں، دور بہ دور پیدا ہوتی گئیں۔ جنہوں نے ہر دور میں اسوۂ نبوی کے عین مطابق دین اسلام کی سربلندی اوراس کی انسان دوست تعلیمات کو غالب کرنے کیلئے ایک آلہ اور ذریعہ کی حیثیت میں بڑا لازوال کردار ادا کیا ہے۔ چنانچہ ہر پہلی تربیت یافتہ اور بااعتماد جماعت نے اگلے دور کے لئے جماعت تیار کرکے اس پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا اور یوں اپنے فکر و عمل اور جذبۂ صادقہ کو آگے منتقل کر دیا اور پھر ہر آنے والے جماعت نے پہلے کے تربیت یافتہ اور معتمد افراد کی پوری یکسوئی کے ساتھ صحبت اور ہم نشینی اختیار، کی اور دل و جان کے ساتھ مکمل اتباع کرکے دین اسلام کو پھیلانے کیلئے بااعتماد حیثیت کے حامل بنے، اس طرح دین اسلام کی نظریاتی اور عملی روایات اس کی زندگی کا ثبوت بہم پہنچاتی رہیں، اوران کا تاریخی تسلسل پوری تابناکی کے ساتھ قائم رہا جو آج تک محفوظ صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

دینی نظام اوران کے شعبہ جاتی تربیت کی ضرورت:

کسی بھی نظریہ اور جذبہ کو آگے منتقل کرنے کیلئے ایک مربوط تربیتی نظام کی ضرورت ہوا کرتی ہے، بالخصوص وہ تربیتی عمل جس کا مقصد ایک نسل سے دوسری نسل، اور ایک جماعت سے دوسری جماعت کو ایک عظیم نظریہ اور جذبہ منتقل کرنا ہو، اس کے تربیتی اصول، ضابطے و قاعدے

مدون اور مرتب کرنا ضروری ہوا کرتا ہے، تا کہ یکساں طریقہ سے تربیتی عمل مکمل ہو، اسی کے ساتھ ساتھ تربیت دینے والے افراد میں ایسی حکمت عملی کا شعور بھی موجود ہونا ضروری ہے جس کی بنا پر وہ دور کے معروضی تقاضوں اور پیش آمدہ صورتحال میں نتائج پیدا کرنے کیلئے جدوجہد کر سکے، اس طرح کے تربیتی اصول و ضابطے اور ایسی لچکدار حکمت عملی کو سمجھنے سمجھانے کیلئے الگ اداروں اور مستقل توجہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ خلیفہ چہارم امیر المؤمنین حضرت الامام سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کے بعد دین اسلام کے پھیلاؤ کا کام اداروں اور شعبوں میں تقسیم ہوتا چلا جاتا ہے۔ سیاسی تقاضوں کی ناگزیریت نے شعبہ سیاست وحکومت کو الگ حیثیت دے دی، تا کہ اس شعبہ کے ماہرین مستقل توجہ سے کام لے کر اس کے قواعد وضوابط اور بنیادی اساسی اصولوں کی تدوین وترتیب قائم کر سکیں، اور ایسی سیاسی روایات قائم کریں، جو اگلے دور میں نظائر کے طور پر کام کریں۔ قانونی اور فقہی تقاضوں کی لازمی حیثیت نے شعبہ شریعت وفقہ کو الگ حیثیت دے دی تا کہ اس شعبہ کے ماہرین اپنی مستقل توجہ سے شرعی قوانین اور فقہی قواعد وضوابط مدون کر دیں اور قانون کی حکمرانی کی ایسی شاندار روایات قائم کریں۔ جو اگلے دور کے لئے مثال بن جائیں۔ اسی طرح انسانی قلوب میں نظریۂ ایمان اور جذبہ احسان وعمل کو راسخ کرنے کیلئے جو داخلی اور نفسی تقاضے ابھرتے ہیں اور قلب وباطن کے حوالے سے جو نفسیاتی مسائل پیدا ہوتے ہیں، ان کے حل کرنے کیلئے شعبہ طریقت واحسان وجود میں آیا، تا کہ اس اہم ترین شعبہ کے ماہرین مستقل توجہ دے کر قلوب کے امراض کی وضاحت کر دیں اور اس کے علاج کیلئے ایسے قواعد وضوابط اور طریقۂ تربیت مرتب کر دیں، جس سے انسانوں کے قلوب کی کجی دور ہو اور ان میں نظریۂ ایمان اور جذبۂ احسان اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ پیدا ہو جائے، ان حضرات نے اس حوالے سے ایسی تابندہ روایات قائم کیں جو آج بھی اس راہ پر چلنے والوں کے لئے مشعل کا کام دیتی ہیں۔

اس شعبہ جاتی مہارت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ نئی نسل کو تربیت دینے کیلئے

قاعدوں اور ضابطوں کی تشکیل زیادہ بہتر انداز میں وجود میں آ گئی اور مستقل توجہ سے ہر ایک شعبہ کے کام میں نکھار اور جامعیت اور وسعت پیدا ہوتی چلی گئی جو اگلے دور کے مسائل حل کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوئی اور پھر ان تمام شعبوں کے باہم ربط اور تعلق سے جامعیت پر مبنی ایک ایسا جاندار نظام تربیت وجود میں آیا کہ جس کے اثرات پورے تاریخی تسلسل کے ساتھ آج تک چلے آ رہے ہیں۔

شعبہ سیاست وخلافت:

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آخری دور میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر سیاسی تقاضوں کی عملی تکمیل کے لئے خلافت اور حکومت کا ادارہ دینی حوالے سے اپنی سیاسی ذمہ داریوں کو ادا کرتا ہوا نظر آتا ہے اور سیاسی قواعد وضوابط کی تشکیل کا کام سرانجام دیتا ہے اور اسی حوالے سے ایسی قومی اور بین الاقوامی روایات کو پروان چڑھاتا ہے جو آنے والے ہر دور میں بطور مثال راہنمائی کا کام دیتی ہیں اور دنیا کے تمام خطوں میں سیاسی تشکیل نو کا کام انہی سیاسی روایات پر استوار کیا جاتا ہے گویا نظام خلافت وحکومت سیاسی حوالے سے ایک تربیتی ادارہ کے طور پر کام سرانجام دیتا ہے جس کے اثرات طویل دور تک جاری رہے ہیں۔

شعبہ شریعت وفقہ:

اسی طرح اس دور میں علمی اور فقہی تقاضوں کی تکمیل شرعی ضابطوں کی تشکیل اور قانون کی حکمرانی کے اصول پر سماجی ڈھانچہ کی تعمیر کے لئے فقہاء صحابہ وآئمہ مجتہدین کی کاوشوں کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ حضرات اس حوالے سے اصول کی تدوین اور تفصیلات کی ترتیب وتہذیب کرتے نظر آتے ہیں اور عملی نظام کے لئے قانونی صورت گری کا عمل پوری ذمہ داری کے ساتھ آگے بڑھاتے ہیں۔ آنے والے دور میں ان قانونی روایات اور عدالتی نظائر وامثال نے دنیا کے ہر خطہ میں قانون کی حکمرانی کے اساسی فکر اور اس حوالے سے انسانوں کے مابین بنیادی مساوات کے عمل کو پیدا کرنے میں اساسی کردار ادا کیا ہے۔ گویا قانون کی حکمرانی کے حوالے سے شرعی وفقہی نظام

ایک تربیتی ادارہ کے طور پر اپنا کام سرانجام دیتا ہے۔ انسانی زندگی میں اس کے اثرات بڑے زور دار طریقہ سے آج بھی محسوس کئے جاسکتے ہیں۔

شعبہ احسان وطریقت:

اسی طرح اس دور میں ہمیں صحابہ تابعین اور تبع تابعین کی ایک کثیر جماعت اس حوالے سے سرگرم عمل نظر آتی ہے کہ دین اسلام کی ظاہری تعلیمات کے ساتھ اس کی بنیادی روح اور اس کے انسان دوست عالمی فکر کو دنیا بھر میں پھیلانے کیلئے جس جذبۂ صادقہ، ہمت کاملہ اور عشق الٰہی کی ضرورت ہے، اس کے حصول کے طور طریقے اور ضابطے بھی مرتب کئے جائیں چنانچہ اس جماعت نے اسوۂ رسول کریم ﷺ اور جماعت صحابہ و تابعین کے کردار نے جس جذبۂ صادقہ، ہمت کاملہ اور اخلاص ومحبت سے قرآنی انقلاب کی صورت گری کی ہے، انہیں ضابطوں اور قاعدوں میں مدون کر دیا اور انہیں ایک نظام کار میں لاکر بنیادی طور پر محفوظ کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ پیدا ہوا کہ آنے والے ادوار میں نئی نسل میں وہی جذبہ، ہمت اور اخلاص پیدا کر کے دین اسلام کی آفاقی روح اور اس کی عالمگیر حکمت کو غالب کرنے کا سامان مہیا ہو گیا، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے مختلف خطوں میں اولیاء اللہ علمائے ربانیین اور صوفیائے کرام نے انسانی معاشروں میں قیام کر کے انسانوں کو اپنی محبت کا گرویدہ بنایا اور پھر آہستہ آہستہ اسلام کی دعوت کو ان میں عام کیا ہے جس کے اثرات اور ثمرات آج بھی کھلی آنکھوں مشاہدہ میں ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی جاندار نظریہ اپنا عملی نظام قائم کر لینے کے باوجود اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتا کہ اس کا بنیادی نظریہ اور فکر زیادہ وسعت کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیئے۔ اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ نئے لوگ اس نظریہ کی طاقت بنتے چلے جائیں۔ زیادہ سے زیادہ لوگ اس رنگ میں رنگے جائیں اور دل و جان سے اس کی مقبولیت بڑھتی جائے، اس کے لئے ایسے طاقتور اور توانا جذبہ صادقہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے جو بلند ہمتی کے ساتھ نامساعد حالات اور ناموافق سماج میں صحیح نتائج پیدا کرنے کا باعث ہو اور مشکل حالات میں بھی سچے نظریہ کا پھیلاؤ

جاری رکھا جا سکے۔

چنانچہ دین اسلام کے سچے نظریۂ کے حوالے سے ہر دور میں اس کی ضرورت اپنی جگہ موجود رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی کامل اتباع سے کسی دنیاوی مادی نفع کے حصول اور ذاتی لالچ کے بغیر انسانیت کی خدمت اور خدا سے تعلق قائم کرنے کے لئے اپنے قلب وجگر میں وہ گرمی اور حرارت پیدا کی جائے جس کی اعلیٰ ترین صورت آپ ﷺ اور جماعت صحابہ کرام میں پیدا ہوئی اور جس کی توانائی اور طاقت نے ظلم وکفر وعصیان کی ہر انسان دشمن قوت کو مٹا کر عدل و احسان اور ایمان وعرفان کے خدا پرست اور انسان دوست جذبوں کی آبیاری کی تھی، اس کے لئے ایسے قاعدوں اور عملی ضابطوں کی ضرورت تھی کہ افراد انسانی میں ان کی پابندی اور مداومت سے جذبہ نبوی صحیح معنوں میں بیدار ہو جائے اور یہ ضابطے اور قاعدے آنے والی نسلوں کے لئے تربیتی روایات قائم کرنے میں ممد ومعاون بن جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس ضرورت کو پورا کرتے ہوئے اولیاء اللہ، علمائے ربانیین اور صوفیائے کرام نے جس پیار بھرے انداز اور پرکشش کردار میں دین اسلام کی انسان دوست تعلیمات کو پوری دنیا کے چپہ چپہ پر پھیلایا ہے کسی فکر ونظریہ کے حاملین اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتے، ان حضرات اولیاء اللہ نے پہلے خود تمام مادی آلائشات اور سفلی خواہشات سے بالاتر ہو کر اپنے اندر بلند ہمتی، اخلاص اور جذبۂ عشق پیدا کیا اور پھر انتہائی بے نفسی اور پوری سرگرمی سے اس کو انسانیت کے قلوب میں پیدا کرنے کے لئے تن من اور دھن کی قربانی دی ہے۔

جس طرح شعبۂ سیاست کے خلفاء وسلاطین اور شعبہ شریعت کے علماء راسخین فقہاء اور آئمہ مجتہدین نے اپنی اعلیٰ تر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے اپنے شعبوں کا مربوط نظام بنیادی اصولوں اور قاعدوں پر استوار کیا ہے اور سیاسی علمی وقانونی روایات قائم کی ہیں اسی طرح شعبہ تصوف واحسان کے خلفاء اور آئمہ مجددین نے بھی اپنی تمام تر قلبی، عقلی اور وجدانی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اس شعبہ کے اساسی اصول، بنیادی ضابطے اور قاعدے تشکیل دیئے ہیں اور ایسی احسانی روایات قائم کی ہیں جن پر اس شعبہ کو فروغ حاصل ہوا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ:

چنانچہ اس شعبہ طریقت کے امام الائمہ، مجتہد اور مجدد اعظم سید الطائفہ حضرت الامام شیخ ابو القاسم جنید بن محمد بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز کی جامع الصفات ذات گرامی ہے۔ آپ نے سب سے پہلے اس شعبہ کے اصول قاعدے اور ضابطے مدون و مرتب کئے، آپ نے پوری دلجمعی اور دلسوزی سے اسوۂ رسول اکرم ﷺ اور جماعت صحابہ و تابعین کے افکار و اعمال کی روشنی میں دین اسلام کے دیگر شعبوں کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھ کر "طریقت" کے شعبہ کے اساسی مقاصد اور بنیادی ضوابط کو پوری طرح واضح کیا اور ایک بنیادی شعبہ کی حیثیت سے اس کی اہمیت کو سمجھا اور افراط و تفریط سے پاک میانہ روی اور اعتدال کی راہ پر اس کا واضح رخ متعین کیا جس سے دین اسلام کا بنیادی جوہر اور مغز نکھر کر سامنے آیا اور انسانی نفوس کی خوابیدہ قوتوں نے جب اسے اپنایا تو انسانی زندگی میں ایسے عظیم الشان نتائج پیدا ہوئے جن پر آج بھی دنیا حیران و سرگرداں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ طریقت کے تمام سلاسل سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے مدون کردہ قواعد و ضوابط اور بنیادی اصول و قوانین پر عمل پیرا ہیں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ اس سلسلے میں رقم طراز ہیں :۔

"جس نے مشائخ طریقت کی صحبت اختیار کی ہے یا طریقت و احسان کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اسے اس بارے میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ تمام اصحاب طریقت و ارشاد یا ان کی اکثریت اصول طریقت پر قطعاً متفق ہے اگرچہ ان اصولوں کے قائم کرنے کی حکمت عملی اور کیفیت میں اختلاف نظر آتا ہے۔

طریقت کے یہ اصول و ضابطے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کی جانب نسبت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ طریقت کے اکثر قوانین کے مقنن ہیں، حقیقت یہ ہے کہ آج جو سلسلہ بھی موجود ہے، وہ بالآخر حضرت جنید بغدادی تک ضرور پہنچتا ہے"۔

(ہمعات ص ۲۰ مطبوعہ حیدر آباد)

بلاشبہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے اپنے دور تک صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین کے مجموعی فکر و عمل اور ان کے قرآنی انقلاب کے مطابق ڈھلے ہوئے مزاج کا جس خوبصورتی سے تجزیہ کیا، اور قرآن کریم نے انسانی سوسائٹی میں جو تبدیلی پیدا کی تھی اس کے جو اثرات دنیا پر مرتب ہوئے تھے اس کی حکمت اور بنیادی روح کو جس اعلیٰ پیمانہ پر آپ نے سمجھا وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ اس حوالے سے واضح شعور پر مبنی آپ نے اپنی مجتہدانہ کاوشوں اور عملی کوششوں سے تربیت باطنی کا ایک واضح اور غیر مبہم نظام پیدا کیا جو قرآنی تعلیمات کے تمام شعبوں پر مشتمل انتہائی جامع حیثیت کا حامل تھا، کہ نہ تو اس میں ترک دنیا اور رہبانیت کا پایا تصور تھا اور نہ محض ظاہری قوانین اور خشک رسوم کی ادائیگی کی رسمی کاروائی تھی۔ بلکہ قلب، نفس، عقل کو مہذب بنا کر ان میں سوز و گداز، عشق و محبت، اخلاص و ہمت اور فکر و شعور پیدا کرنا تھا اور ان تمام صلاحیتوں کو کام میں لا کر انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر حق جل مجدہ کی بندگی میں اور دنیا کی تنگیوں سے نکال کر اس کی آفاقی وسعتوں میں اور نظاموں کے ظلم و عدوان سے نکال کر اسلام کے عدل و انصاف کے ماحول میں داخل کرنا تھا۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے بعد ان کے مدون کردہ اصول طریقت پر مشہور سلاسل طریقت کا ظہور ہوتا ہے، چنانچہ قادریہ چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، کبرویہ، مغربیہ وغیرہ سلاسل کا یکے بعد دیگرے دنیا بھر کے خطوں میں انسانی قلوب و نفوس کا تزکیہ و تصفیہ کرنے میں بنیادی کردار رہا ہے۔ ان میں اول الذکر چار سلاسل طریقت، جامعیت اور شہرت کے حوالے سے اپنی الگ حیثیت رکھتے ہیں، حقیقت میں یہ چاروں سلاسل قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ شجرۂ طریقت کی ان تمام جہات کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، ان کا تعلق مزاج انسانی کے ساتھ بڑا گہرا ہے، انسانی فطرت جس طور پر واقع ہوئی ہے اور انسانوں کی طبائع اور مزاج جس طرح کے رہے ہیں ان کی مناسبت سے افراد انسانی میں دین اسلام کے بنیادی نظریہ اور فکر و عمل کو پیوست کرنے کیلئے بزرگان دین کے یہ چار سلاسل وجود میں آئے۔

حضرت شیخ جیلانیؒ:

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے بعد شعبۂ طریقت میں قطب الاقطاب الغوث الاعظم الفرد الجامع شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی قدس سرہ کی ذاتِ گرامی منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ آپ کا وجودِ مسعود روحانی اور باطنی تربیت کے حوالے سے ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے ولایت اور قطبیت کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچ کر باطنی اور روحانی تربیت اور تزکیۂ نفوسِ انسانی کا اعلیٰ ترین پیمانہ قائم فرمایا ہے۔ آپ کے تربیتی نظام کا معیار انتہائی اونچا اور بلندتر ہے۔ قلوب کی تربیت کا نبوی معیار آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ وصول الی اللہ اور فناء و بقاء کے حوالے سے آپ نے شعبۂ طریقت کو ایک ایسا وسیع اور گہرا وژن اور رخ عطا فرمایا جس کی وسعت اور گہرائی کا عام طور پر صحیح اندازہ لگانا بھی محال ہے۔ آپ کے اسم گرامی کی مناسبت سے ''سلسلہ عالیہ قادریہ'' کی نسبت مشہور ہوتی ہے۔ اس سلسلہ عالیہ کی تربیت کا بنیادی رخ شجرہ طریقت کے اس تہہ در تہہ مغز اور روح کی طرف ہے۔ جو بطن البطون کو نکھارتی ہے اور اس کی وسعت اور گہرائی کا عالم یہ ہے کہ وہ ظاہر و باطن کی تمام قوتوں پر چھائی ہوئی ہے۔ گویا بنیاد، جڑ، مغز اور روحِ اعلیٰ کو نکھارنا، قادریہ سلسلہ کی سب سے بڑی شناخت ہے۔

حضرت شیخ ابن عربیؒ:

آپ کے بعد وہ شخصیت جس نے سب سے زیادہ شعبہ طریقت کو نکھارا اور مہذب و مرتب شکل دی، وہ الشیخ الاکبر محی الدین محمد بن علی بن العربی الحاتمی الطائی قدس سرہ کی کرشمہ ساز عظیم الشان شخصیت ہے، حقیقت یہ ہے کہ شیخ ابن عربی قدس سرہ العزیز نے نہ صرف شعبہ طریقت میں نکھار پیدا کیا، بلکہ حقائق و معارف کے سمندر میں کچھ اس عمیق انداز میں غوطہ زنی کی ہے اور حقائقِ کائنات کی ترجمانی کیلئے ایسی جامع تعبیر و تشریح اختیار فرمائی ہے، جس سے ''نورِ نبوت'' کی ضوفشانی کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے اور دینِ اسلام کے تمام شعبوں کا واضح خلاصہ بھی سامنے آ جاتا ہے۔ دنیا بھر کے خطوں میں دینِ اسلام کے اگلے پانچ سو سال میں پھیلاؤ کی اساس اگر کوئی

رہی ہے تو وہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا مشہور و معروف ''نظریہ وحدۃ الوجود'' ہے۔ حقائق پر مبنی اس نظریہ نے نہ صرف شعبہ طریقت کو ایک واضح رخ دیا، بلکہ شعبہ سیاست اور شعبہ شریعت اور قانون پر بھی گہرے اثرات مرتب کئے۔ پھر اس نظریہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ کے دور سے پہلے کے تقریباً پانچ سو سال میں قرآنی انقلاب نے سیاسی، معاشی، قانونی اور روحانی طور پر جو اثرات انسانی سماج پر ڈالے تھے یہ نظریہ ان کا خوبصورت تجزیہ پیش کرتا ہے اور اس کا ایسا خلاصہ اور جوہر بیان کرتا ہے جسے اگر پھیلایا جائے تو انسانی سماج میں وہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے جو قرآنی تعلیمات کا لازمی اثر ہے اور اگر اسے سمیٹا جائے تو ایک ایسے مرکزی نقطہ اور محور کا پتہ دیتا ہے جو کائنات میں تجلیات رحمانی کا نورانی منبع اور مینارۂ نور ہے۔

دینی حوالے سے نظریۂ وحدۃ الوجود کی حقانیت کا اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا ہوگا کہ اگلے پانچ سو سال میں کوئی محقق پیر طریقت، ماہر سیاست اور فقیہ امت ایسا نہیں جس نے اسے کسی نہ کسی طور تسلیم نہ کیا ہو۔ چنانچہ جس محقق اور کامل فرد نے بھی دین اسلام کے پھیلاؤ کا کام کیا یا اسے لکھنے اور پڑھنے کا اتفاق ہوا وہ اس نظریہ کو اساس بنا کر آگے بڑھا ہے۔ محققین اولیاء اللہ کی کتابیں اس نظریہ کی متوازن تشریح و مناسب تفصیل سے بھری ہوئی ہیں۔

بغداد کے مرکز سے شیخ ابن عربی کی تعلیمات کو جذب کرتے ہوئے سلسلہ قادریہ کا فیض پوری دنیا میں پھیلتا چلا جاتا ہے، لاکھوں قلوب اس سے سیراب ہوتے ہیں اور دنیا بھر میں دین اسلام کے پھیلاؤ کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ اجمیریؒ:

چنانچہ چشتیہ سلسلہ کے عظیم بزرگ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین حسن اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز اپنے شیخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی تربیت اور فیض سے مالا مال ہوتے ہیں اور پھر بغداد میں حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی کے فیوضات و توجہات کو جذب کرتے ہیں اور خوارزم میں شیخ نجم الدین کبریٰ کے فیوضات سے مستفید ہوتے ہیں، ان تمام اکابرین نے

اشارات پا کر آپ ہندوستان آ کر ''اجمیر شریف'' میں قیام فرما ہوتے ہیں اور اسے مرکز بنا کر یہاں کے انسانوں سے مہر و محبت کا ایسا رشتہ استوار کرتے ہیں کہ لاکھوں انسان آپ کو اپنا دل دے بیٹھتے ہیں، یوں اس خطہ میں اسلام کی انسان دوست تعلیمات کے پھیلاؤ کا آغاز ہوتا ہے، آپ نے اپنی مہر و محبت سے قلوب کو اپنی طرف کھینچ کر ان میں اسلام کا نور کچھ اس طرح بھر دیا کہ یہاں کے انسانوں نے اسلام کو اپنا قومی دین بنا لیا اور اس میں جذب ہو کر رہ گئے۔ ادھر لاکھوں انسانوں کی جمعیت جب آپ نے پیدا فرمائی تو دوسری طرف سلطان شہاب الدین غوری یہاں کی ظالم قوتوں کو ختم کرنے کیلئے میدان میں آئے۔ یوں اسلام کی ''سوشل طاقت'' اور ''سیاسی طاقت'' نے باہم مل کر ہندوستان میں اسلامی دور کا آغاز کیا۔ واضح رہے کہ قبل ازیں حضرت خواجہ اجمیری کی سوشل طاقت کے بغیر سلطان غوری کو ہندوستان میں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

دیگر چشتی اکابرینؒ:

حضرت خواجہ غریب نواز کے بعد آپ کے جانشین اور خلیفہ اجل قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ نے ''دہلی'' کی مرکزیت کو قائم فرمایا۔ آپ نے اس مرکز میں بیٹھ کر پورے ہندوستان میں دین اسلام کی نشر و اشاعت اور پھیلاؤ کا کام کیا۔ ان حضرات کے ہاں تبلیغ برائے تبلیغ نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ انسانی قلوب میں ایسی تبدیلی پیدا کی جاتی تھی اور اسلام کی نورانی تعلیمات کو قلوب انسانی میں اس طرح پیوست اور راسخ کیا جاتا تھا کہ لاکھ حالات تبدیل ہو جائیں لیکن قلوب میں اسلام کا شرح صدر اپنی حالت پر باقی رہے۔ اس طرح یہاں لاکھوں انسانوں کے قلوب کو سیراب کیا گیا۔

آپ کے بعد آپ کے جانشین اور خلیفہ اجل حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ نے ''اجودھن'' کو مرکز بنا کر سلسلہ چشتیہ کے فیضان کو اس خطے میں عام فرمایا جسے بعد میں اکبر اعظم نے ''پاک پٹن'' کا نام دیا۔ آپ نے اس مرکز میں بیٹھ کر اطراف و اکناف کے تمام بڑے قبائل کو اپنی محبت بھری تعلیمات سے اپنا گرویدہ کیا، اور یہ قبائل آپ کے دست حق پرست پر

اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

یہاں سے چشتیہ سلسلہ کے دو مراکز وجود میں آتے ہیں ایک ''کلیر شریف'' میں جہاں بابا فرید گنج شکر کے بھانجے اور خلیفہ حضرت خواجہ علاؤالدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہ کا قیام ہوتا ہے، آپ سے چشتیہ صابریہ کا سلسلہ عالیہ چلتا ہے اور دوسرا مرکز دہلی میں جہاں حضرت بابا فریدؒ قدس سرہ کے خلیفہ اجل حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ قیام فرما ہوتے ہیں۔ یہاں سے حضرت خواجہ کا فیضان اتنا کثیر اور ہمہ جہتی سطح پر ہوا ہے کہ جس کی نظیر اس دور میں نہیں ملتی، اسی دہلی کے مرکز میں اسلام کے نظام تربیت کے حوالے سے جن پختہ روایات نے جنم لیا وہ تو بالکل واضح ہیں۔ لیکن ہندوستان کے دور دراز کے علاقوں میں بھی دین اسلام کی نشر واشاعت کا کام اس مرکز سے جو ہوا وہ بھی انتہائی اہم ہے۔

بنگال کے دور دراز علاقہ میں آپ کے خلیفہ اجل حضرت شیخ سراج الدین عثمان اودھی قدس سرہ تشریف لے جاتے ہیں اور بنگال کے قدیم دارالخلافہ ''گوڑ'' میں قیام فرما کر اس علاقہ میں دین اسلام کے غلبہ کا کام سرانجام دیتے ہیں، گوڑ کے بعد ''پنڈوہ'' میں آپ کے خلیفہ حضرت شیخ علاء الحق بنگالی اور ان کے صاحبزادے اور خلیفہ شیخ نور الحق عرف نور قطب عالم کا فیض دور دور تک پھیلتا ہے، حقیقت میں بنگال میں دین اسلام کے غلبہ کا دور انہیں چشتی نظامی سراجی بزرگوں کے فیضان نظر اور سیاسی شعور کا نتیجہ ہے۔

ایک طرف مغربی ہند بنگال میں ان بزرگوں کا فیضان جاری ہے تو دوسری طرف جنوبی ہند میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے خلیفہ اجل حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے خلیفہ اجل حضرت سید محمد الحسینی المعروف خواجہ گیسو دراز دکن کے علاقہ گلبرگہ میں قیام فرما ہوتے ہیں۔ جنوبی ہند میں اسلام کے غلبہ کا کام اسی گلبرگہ کے حسن آباد مرکز سے ہوتا ہے۔ آپ نے وہاں کے انسانوں کے دلوں میں دین اسلام کے فروغ ورسوخ کے لئے جو جدوجہد فرمائی وہ جنوبی ہند کی تاریخ کا سنہرا باب ہے۔

اس طرح چشتی سلسلہ کے بزرگوں کو ہندوستان بھر میں کچھ اس طرح قبولیت عامہ حاصل ہوئی کہ ان کے دم خم سے اس خطہ میں دین اسلام کے غلبہ کی راہ ہموار ہوتی گئی۔ گویا چشتیہ سلسلہ میں شجرۂ طریقت کے ظاہری برگ و بار میں کچھ ایسی محبت اور وارفتگی پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے انسانوں کے قلوب و اصیام میں عشق الٰہی سے وجد و سرور کی کیفیت کا ظہور ہوتا ہے۔ جو قبولیت عامہ کا سبب بن جاتا ہے۔ یہی قبولیت عامہ چشتیہ سلسلہ کی شناخت اور اس کے امتیاز کو واضح کرتی ہے۔

سہروردی سلسلہ:

پاکیزگی اور انس و اطمینان کے اوصاف کے غلبہ کے ساتھ سہروردی سلسلہ کے بانی شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی قدس سرہ کا وجود مسعود بھی شجرات طریقت میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ آپ نے آداب طریقت پر مرتب و مدون کرنے اور انہیں منظم شکل دینے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ آپ کی مدون کردہ کتاب ''عوارف المعارف'' تقریباً تمام سلسلوں کے مشائخ کے ہاں پڑھی جاتی رہی ہے۔ آپ کا سلسلہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ کے ذریعے ہندوستان آیا۔ ملتان کے مرکز سے اس سلسلہ کا فیضان پورے ہندوستان میں پھیلا۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ صدرالدین عارف اور پوتے شیخ رکن الدین عالم کے ذریعے یہ سلسلہ آگے بڑھا ہے۔

ہندوستان میں قادری سلسلہ:

ہندوستان میں قادری سلسلہ سب سے پہلے اوچ شریف کے بخاری سادات خاندان کے ذریعے آیا ہے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری کی کاوشوں سے ہندوستان بھر کے مشائخ میں قادری رنگ پیدا ہوا ہے اور بعد کے زمانہ میں حضرت شاہ کمال الدین کیتھلی قدس سرہ، قادری سلسلہ کے اونچے بزرگوں میں سے ہوئے ہیں، آپ سے ہندوستان بھر میں بڑا فیض پھیلا ہے، بالخصوص حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، کو قادری سلسلہ کا فیض ایک واسطہ سے آپ سے بھی پہنچا ہے۔ قادریہ سلسلے میں تربیت باطنی میں حضرت پیران پیر کی کتاب

''مجالس ستین'' (الفتح الربانی) نے سالکین کو بڑا فائدہ پہنچایا ہے۔

نقشبندی سلسلہ:

شعبہ طریقت کے ایک اہم ترین مجدد امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کی ذات گرامی ہے۔ آپ نے پہلے تمام سلاسل کی تعلیمات کو کچھ اس طرح مرتب و مدون کیا کہ جس کا خلاصہ نسبت ''یادداشت'' کی صورت میں سامنے آتا ہے، یعنی ہمہ وقت خدا کی یاد میں مشغولیت کی نسبت پیدا کرنے کا ایک خاص اسلوب دریافت فرمایا اور پھر اس نسبت کی صلاحیت و استعداد سے نفوس انسانی کی قوت بھیمیہ کی منفی حالتوں کو توڑ کر اسے ایک ایسی منضبط شکل وصورت میں مہذب بنایا کہ جس سے قوت بھیمیہ کی مثبت صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر مفید نتائج حاصل کئے جا سکیں، چنانچہ نقشبندیہ سلسلہ کا اصل مقصد یہ کہ انسان کے اس دنیا میں انسانی لباس میں رہتے ہوئے اس کی بنیادی قوتیں عقل، نفس اور قلب کچھ اس طرح مہذب بن جائیں کہ ان میں اعتدال پیدا ہو جائے۔ یعنی انسان نہ تو ملکی قوت کے زیر اثر ایک ایسے رخ پر چلا جائے جس میں سکر، محو اور منفی مجذوبیت پیدا ہو اور نہ ہی قوت بھیمیہ کے زیر اثر اتنا تابع ہو جائے کہ خالص حیوان بن جائے اور انسانی فطری تقاضوں سے انحراف کی راہ اختیار کرے، بلکہ قوت بھیمیہ کو مہذب بنا کر ملکی قوت کے اس طرح تابع کر دیا جائے کہ اس کے قلب، عقل اور نفس میں جلا پیدا ہو جائے، اور وہ انسانی لبادے میں رہتے ہوئے خدا کی یاد سے کسی لمحے غافل نہ ہو۔ چنانچہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:۔

''جاننا چاہیئے کہ سلسلہ نقشبندیہ میں قلب، عقل اور نفس کو مہذب بنانا اصل مقاصد میں سے ہے، جہاں تک باقی لطائف خفیہ کا مہذب بنانا اور جو حالات و کیفیات کہ ان کے مہذب بنانے پر ظاہر ہوتے ہیں، ان کا تعلق نتائج و ثمرات اور مواجب الٰہیہ میں سے ہے، نہ کہ اصل مقاصد اور مواریث میں سے''۔ (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۳ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

نقشبندی سلسلہ ہندوستان میں حضرت خواجہ محمد باقی المعروف باقی باللہ قدس سرہ کے

ذریعے پہنچا، آپ نے ماوراالنہر کے علاقہ سے سفر کر کے دہلی کو اپنا مرکز بنایا اور اس مرکز سے نقشبندیہ کا فیض پورے ہندوستان میں پھیلا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ آپ کے ہی خلیفہ اجل اور فیض یافتہ ہیں اور حضرت مجدد صاحب قدس سرہ سے نقشبندیہ کا فیض دور دور تک پھیلا بھی ہے۔

دیگر سلاسل:

ان چاروں سلاسل کے علاوہ سلسلہ عالیہ کبرویہ کے بانی الشیخ المقتدیٰ نجم الدین کبری ابو الجناب احمد بن عمر خوارزمی قدس سرہ کا فیضان کشمیر ہندوستان میں حضرت الامیر سید علی بن شہاب ہمدانی قدس سرہ کے ذریعہ سے پھیلا۔ کشمیر میں دین اسلام کا پھیلاؤ اور اس کا رسوخ اسی سلسلہ عالیہ کے ذریعہ ہوا۔

اسی طرح مغربی ممالک (وہ افریقی ممالک جو یورپ کے سمندر پار واقع ہیں) میں الشیخ المقتدی ابو مدین شعیب بن حسن المغربی کی ذات گرامی سے بڑا فیض ہوا۔ شیخ موصوف بڑی اونچی نسبت کی حامل شخصیت ہیں۔ آپ کا شمار حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے مشائخ میں ہوتا ہے، افریقہ اور اندلس کے ساحلی علاقوں میں آپ کا فیضان بڑی کثرت سے ہوا ہے، اسی لئے آپ کو شیخ المغرب بھی کہا جاتا ہے۔ عرب کے ساحلی علاقوں عدن اور حضرموت میں آپ کا سلسلہ سید القطب عفیف الدین سید عبداللہ عیدروس الکبیر کے ذریعہ سے پھیلا ہے اسی لئے آگے چل کر اسے ''سلسلہ عیدروسیہ'' کہا جانے لگا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جماعت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آج تک ہر دور میں اولیاء اللہ علماء ربانیین، آئمہ مجددین کی ایسی جماعت ضرور موجود رہی ہے جن کے قلوب اللہ عزوجل کے سچے عشق اور محبت سے لبریز تھے اور انہوں نے اللہ جل شانہ سے اس تعلق کے ناطے سے اپنے جسم و جان کی تمام تر توانائیوں کے ساتھ پوری انسانیت میں اپنے افکار و اعمال پھیلانے کی ہر ممکن سعی کوشش کی، ان حضرات نے پہلے اپنے آپ کو اللہ کی محبت کے رنگ میں رنگا اور پھر سلسلہ بہ سلسلہ نبی کریم ﷺ کے آلات و ذرائع بن کر خدا پرستی اور انسان دوستی کے پرچار اور اس

کے پھیلاؤ کے لئے بے خوف وخطر میدان عمل میں کود پڑے۔ گویا دین اسلام ''شہدا علی الناس'' (تمام انسانیت کیلئے نمونہ عمل) کے اصول پر بنیادی طور پر جو انسان دوست جماعت پیدا کرنا چاہتا ہے، ہر دور میں اس حقیقت کو وسعت دینے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو خدا کے قریب لانے کی جدوجہد کرنے والی جماعت، حقیقت میں صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ اور علمائے ربانیین کی جماعت صادقہ ہے، جس نے ہر دور اور ہر خطہ ارض میں بڑے زوردار طریقہ سے اسلام کے پھیلاؤ کے لئے راہ ہموار کی ہے۔ بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہر خطہ میں اسلام کے جامع نظریۂ ایمان کی سوشل طاقت انہیں صوفیاء کرام کے ہی قلب وجگر کے سوز وگداز وعشق ومحبت الٰہی نے پیدا کی ہے۔

بغداد کے مرکز سے لیکر مشرق ومغرب میں ابھرنے والے مراکز اسلام کا جائزہ لیا جائے، خواہ مشرق میں، خوارزم، بخارا، سمرقند، غزنی، کابل، ملتان اور دہلی ہوں یا مغرب میں مصر، الجزائر، تیونس، اندلس اور مغرب اقصیٰ کے ساحلی علاقے ہوں۔ دنیا بھر کے ان خطوں میں نامساعد حالات اور ناموافق ماحول کے باوجود انسانیت کے دلوں میں محبت کے دیپ جلا کر انہیں اپنے قریب کرنا اور انہیں اسلام کی سماجی طاقت میں تبدیل کر دینا انہی صوفیائے کرام کی عظیم جدوجہد کا ثمرہ ہے۔ بالخصوص مشرقی ممالک میں وسطی ایشیاء، ایران وخراسان اور برعظیم ہندوستان میں چشتیہ قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ سلاسل کے بزرگان اور مشائخ کا کردار بڑا واضح ہے۔

ہندوستان تو خاص طور پر اس حوالے سے اپنی شناخت رکھتا ہے کہ اس کے چپہ چپہ پر ان بزرگان دین کے اتنے گہرے نقوش قائم ہیں جو تمام تر زوال کے باوجود مٹائے نہیں مٹ رہے۔ اور پھر آخری زمانہ میں اس خطے پر اللہ کا خاص فضل ہوا کہ یہاں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اور حجۃ اللہ علی العالمین حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کا ظہور ہوتا ہے۔

مجدد الف ثانیؒ:

آخری زمانہ میں احسانی سلاسل میں سے اکثر چونکہ امام ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کی ذات گرامی پر جمع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان سے مستفید ہو کر بجا طور پر آپ

نے تجدیدی کام کا آغاز فرمایا، آپ نے اس بات کی طرف خاص توجہ فرمائی کہ مختلف سلسلوں کے انتہا پسند افراد نے جو افراط وتفریط کا ماحول پیدا کر رکھا تھا، اسے اعتدال کے راستہ پر لے آئیں، بالخصوص ''نظریہ وحدۃ الوجود'' کو آخری دور میں جو غلط معنی پہنا کر منفی رخ دے دیا گیا تھا اور افراط و مبالغہ کے شکار افراد اس سے جو من مانے نتائج نکال رہے تھے آپ نے اس کی وضاحت فرمائی۔ آپ نے اسے کچھ اس طرح نکھارا اور اس کی نوک پلک درست کی کہ اگلے دور میں اس کی توانائی سے صحیح طور پر مستفید ہونا ممکن ہو گیا اور افراط وتفریط کے بادل بالکل چھٹ گئے اور شہودی وحدت کے ذریعے سے اس نظریہ کی مزید تکمیلی صورت سامنے آ گئی اور نور نبوت کی اجمالاً وضاحت ہو گئی۔

امام شاہ ولی اللہؒ:

امام ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے بعد وہ عظیم شخصیت کہ جس میں تمام سلاسل طریقت آ کر جمع ہو جاتے ہیں وہ حجۃ اللہ علی العالمین لسان اللہ فی الارض، ناطق ہذہ الدورہ، قائد طبقۃ المجددین حضرت شیخ قطب الدین احمد شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کی ذات گرامی ہے۔ آپ کی ذات وہ مجمع البحار ہے جس میں اگر ایک طرف شعبہ طریقت کے تمام سلاسل آ کر جمع ہو جاتے ہیں تو دوسری طرف علوم القرآن والسنۃ کے تمام فقہی مذاہب پر آپ کو مکمل عبور ہے۔ اور پھر خلفائے راشدین اور سلاطین اسلام کے ملی وانسانی سیاسی شعور کا حصہ وافر بھی آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اس طرح دین اسلام کے تمام شعبوں کا ہزار سالہ مجموعی مزاج اور جامع کردار آپ کی نظروں کے سامنے آ جاتا ہے۔ آپ اس کا بڑی خوبصورتی سے تحلیل و تجزیہ کرتے ہیں۔ گویا قرآنی انقلاب کی ہزار سالہ تاریخ، اس کے مختلف شعبہ جاتی مظاہر اور دنیا بھر کے خطوں میں اس کے پھیلاؤ کے تمام دائروں کو آپ بڑی عرق ریزی سے جمع کرتے ہیں، اور اس کے ہزار سالہ مجموعی مزاج کا جوہر وخلاصہ جامع انداز میں ترتیب دے دیتے ہیں اور نور نبوت کے پہلی ہزار کے رنگ کا تفصیلی تحلیل و تجزیہ کرتے ہیں اور دوسری ہزار کی ضرورت، تقاضے اور مخصوص رنگ کے پیش نظر اس عرصہ میں نور نبوت کے مقاصد کس طرح پورے ہوتے ہیں۔ اس کی

تفصیل بیان فرماتے ہیں اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے جس کام کی ابتداء فرمائی تھی اور اجمالاً گفتگو کی تھی، آپ اس کی تفصیلات پوری جامعیت کے ساتھ مرتب کر کے تکمیل کر دیتے ہیں۔ بلکہ دین اسلام کے تمام شعبوں میں ایسی راہ روشن کرتے ہیں جس پر چل کر ہی اس دور کے تقاضوں اور اس کے چیلنجز کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور قرآنی تعلیمات کو قلوب انسانی میں صحیح طور پر پیوست کیا جا سکتا ہے۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کے فکر و عمل کی امتیازی خصوصیت (جو کسی اور جگہ نظر نہیں آتی) پوری انسانی تاریخ بلکہ پوری کائنات کے تحلیل و تجزیہ کی اساس پر انسانی فطرت کے بنیادی حقائق کی دریافت کرنا، اس کے تناظر میں نوع انسانی کی دنیاوی و اخروی فلاح کے قرآنی نظام پر سیر حاصل گفتگو کرنا اور علم اسرار الدین، علم تطبیق الآراء، علم تجلی اعظم اور تجلیات و تدلیات رحمانی کو مرتب و مدون کرنا ہے، پھر ان علوم کو باقاعدہ فن کی شکل دے کر ممتاز حیثیت میں مدون کرنا تو حضرت الامام کی منفرد کاوش ہے، اسی طرح انسانی سماج کے بنیادی چار ارتفاقات (بدوی، شہری، قومی اور بین الاقوامی معاشرت) انسانی قلوب اور ان کی فطرت کے بنیادی چار اخلاق و ملکات (طہارت، اخبات، سماحت اور عدالت) اور پوری کائنات میں جاری چار بنیادی کمالات (ابداع، خلق، تدبیر و تدلی) مرتب کرنا بھی شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کا ایسا امتیاز ہے جو آپ کے ساتھ ہی خاص ہے۔

اور پھر ان تمام کمالات، ارتفاقات اور اخلاق و ملکات کے تناظر میں قرآنی نقطہ نظر سے ''بر و اثم'' (نیکی و بدی) کی حقیقت کو واضح کرنا، اور ''بر'' (تقویٰ اور عدل) کو غالب کرنے اور اثم (عصیان اور ظلم و عدوان) کو مغلوب کرنے کی سیاسی حکمت عملی کو بروئے عمل لانے کے نبوی کردار کو پوری جامعیت کے ساتھ بیان کرنا، ولی اللٰہی تعلیمات کا بنیادی جوہر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کے افکار و اعمال اور جہد و کردار کی جامعیت، وسعت اور ہمہ گیریت اس قدر ہمہ جہتی ہے جس کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا

ہے، غالباً اسی تناظر میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہ اپنے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں آپ کو "حجۃ اللہ علی العالمین" (تمام جہانوں پر اللہ کی سند و دلیل) کے انتہائی معزز خطاب سے یاد فرماتے ہیں، یقیناً آپ کے قلب مزکی و مصفی سے انوارات کی صورت میں پھوٹنے والے افکار عالیہ، عالمی سطح پر انسانوں کے لئے حجت قاطعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ افکار عالیہ یقیناً انسانیت کے تمام انفرادی اور اجتماعی مسائل کو حل کرنے کی پوری پوری صلاحیت و استعداد رکھتے ہیں۔ ضرورت اگر ہے تو ان کو صحیح تناظر میں سمجھنے اور شعور حاصل کرنے کی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

ولی اللہی سلسلہ:

آپ کے بعد خانوادہ ولی اللہی نے جس طرح اسلام کی انسان دوست تعلیمات کو پھیلانے اور انہیں غالب کرنے کیلئے اپنے فکر و عمل اور جہد و کردار سے روشن مثالیں قائم کی ہیں اس کی نظیر دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے، اس خانوادہ نے جس عزم و ہمت اور سوز قلب و جگر سے دین اسلام کے عروۃ الوثقیٰ (مضبوط حلقہ) کے ساتھ انسانوں کو مربوط کرنے کی کاوش کی ہے اور مظلوم انسانیت کو درندہ صفت ظالم انسانوں کے سامراجی تسلط سے نجات دلانے کے لئے جانوں کے نذرانے پیش کئے اور قربانیاں دی ہیں، اس کی مثال ماضی قریب میں کہیں نہیں ملتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے اپنے فکر و عمل سے اس آخری دور میں جماعت صحابہ والا نقشہ تازہ کر دیا ہے۔

یوں امام شاہ ولی اللہ کے صاحبزادگان امام شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین عبدالوہابؒ اپنے فکر و عمل میں اپنے باپ کی جانشینی کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ پھر شاہ عبدالعزیزؒ اور ان کے باشعور بھائیوں سے امام شاہ محمد اسحاق دہلوی، حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل شہید حریت فکر و عمل کا وہ سبق لیتے ہیں جس پر عمل پیرا ہو کر انہوں نے تاریخ پر لازوال نقوش مرتب کئے۔ پھر ان کے فیض یافتگان کا دور آتا ہے۔

چنانچہ بالکل آخری دور میں ان تمام سلاسل کی آخری کڑی اور خانوادہ ولی اللّٰہی کی روحانی اولاد اور ان کی سچی جانشین جماعت سید الطائفہ حضرت الحاج شاہ امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت حافظ محمد ضامن شہید حجۃ الاسلام حضرت الامام مولانا محمد قاسم نانوتوی اور امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ اسرارہم اور ان کے تربیت یافتگان کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ مجددین و محققین اسلام کی یہ جماعت گذشتہ تمام سلاسل کی روح کو اپنے اندر جذب کرتے ہوئے اور خانوادہ ولی اللّٰہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین اسلام کے تمام شعبوں شریعت، طریقت اور سیاست کی جامعیت کا مظہر بن کر اپنے فکر و عمل کے دائروں کا تعین کرتی ہے اور جہد و کردار کے ایسے لازوال نقوش قائم کرتی ہے کہ جس کے اثرات ہمارے گرد و پیش آج بھی موجود ہیں۔

یوں اس آخری دور میں اس عظیم سلسلۃ الذہب نے انسانی قلوب میں محبت الٰہی کا ایسا جذبہ اور عشق پیدا کر دیا کہ جس سے ان کے فکر و عمل میں نکھار اور قلوب میں اعتماد و توکل، صبر و استقامت، توبہ و انابت اور جرأت و ہمت کی توانائی پیدا ہوگئی جس نے اللہ جل شانہ کے سوا ہر غیر کا رعب دلوں سے نکال دیا اور یوں مغلوبیت اور زوال سے نکلنے اور ترقی و غلبہ کا راستہ بخوبی سمجھا دیا۔ اس کے ساتھ مجددین اسلام کی اس عظیم جماعت نے دین اسلام کی حفاظت، اس کے پھیلاؤ اور قومی و بین الاقوامی سطح پر اس کے انسان دوست رویوں کو فروغ دینے اور اس خطے کے مظلوم انسانوں کو غیر ملکی سامراج کی غلامی سے نجات دلانے اور آزادی و حریت کے حصول کے لئے اسی جذبۂ صادقہ سے کام جو ہمیں متقدمین اکابرین سلاسل کے ہاں نظر آتا ہے۔

حضرت عالی رائے پوریؒ:

قطب علم حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ العزیز بانی خانقاہ سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور اسی سلسلۃ الذہب کی اگلی کڑی ہیں، آپ کو ایک طرف حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے عظیم خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوری قدس سرہ کے سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندی مجددیہ کے عظیم

بزرگ حضرت سیدو بابا اخوند عبدالغفور سواتی قدس سرہ کے خلیفہ اجل حضرت میاں عبدالرحیم سرساوی سہارنپوری سے خرقہ خلافت حاصل ہے، تو دوسری طرف اپنے دور میں خانوادہ ولی اللٰہی کے عظیم وارث مجدد اسلام سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ سے خلافت و اجازت حاصل ہے۔ یہی نہیں بلکہ آپ کے عظیم خلیفہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ سے بھی روحانی فیض حاصل ہے اور دوسرے عظیم خلیفہ اور جانشین حضرت امام ربانی قطب صمدانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے خلیفہ اور جانشین ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ حضرت عالی رائے پوری کے مرثیہ ''درد دل'' میں کیا خوب کہا ہے۔

جنہوں نے ''رائے پور'' میں بیٹھ کر ''گنگوہ'' دیکھا ہے
انہیں ہی یاد کچھ ''گنگوہ'' کا جغرافیہ ہو گا

آپ نے اپنے تمام مشائخ عظام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے فکر و عمل اور جہد و کردار سے بڑی روشن مثالیں قائم کی ہیں، آپ نے اپنے آپ کو مٹا کر دین اسلام کے تمام شعبوں شریعت، طریقت اور سیاست میں بڑا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ (تفصیل کیلئے مصنف کی کتاب ''شاہ عبدالرحیم رائے پوری'' ملاحظہ کیجئے) تاریخی تسلسل لئے ہوئے، آپ کا یہ فکر و عمل دور زوال کے تقاضوں کا بھرپور جواب دیتا ہوا نظر آتا ہے۔ پھر آپ کے قلب و جگر کے سوز و گداز نے اپنی شمع حیات سے کچھ ایسے دیپ روشن کئے ہیں جنہوں نے اگلے دور میں وہی فریضہ سرانجام دیا ہے۔ آپ نے رائے پور (ضلع سہارن پور یو پی) میں قیام فرما کر نہ صرف ہزاروں تشنگان حق کو سیراب کیا بلکہ آپ کی خانقاہ نے برعظیم ہند کی آزادی کی عظیم تحریک ریشمی رومال کی سرپرستی بھی کی۔

حضرت رائے پوری ثانیؒ:

حضرت عالی رائے پوری کے بعد قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ اس عظیم سلسلہ کے وارث اور جانشین ہوئے، آپ اپنے مرشد عالی مقام کی ذات میں کچھ اس طرح جذب ہوئے کہ انہیں کے رنگ میں فنا ہو گئے، آپ نے نیابت اور جانشینی کا حق ادا کر دیا،

فکر وعمل اور جہد وکردار میں آپ نے وہی کچھ کیا جو آپ کے عالی مقام شیخ حضرت عالی رائے پوری نے کیا، آپ اپنے دور میں طالبان محبت الٰہی اور سالکان راہ طریقت اور راہروان راہ شریعت و سیاست کے مرکز ومحور تھے اور اس حوالے سے علماء حق کی تمام دینی سرگرمیوں کے لئے راہنمائی کا مرکز تھے، تحریکات آزادی اور تمام مدارس اسلامیہ کی آپ نے سرپرستی فرمائی اور اپنے شیخ کے بعد مسلسل **45** سال تک سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا فیضان آپ کی ذات سے جاری رہا۔

حضرت رائے پورے ثالثؒ:

آپ کے بعد حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے نواسۂ حقیقی قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوری نور اللہ قدس سرہ اس سلسلہ عالیہ کے اگلے جانشین ہوئے، آپ بھی اپنے مرشد عالی مقام حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کی ذات میں اس طرح جذب ہوئے کہ "مثل شیخ" قرار پائے۔ القائے نسبت کے بعد اپنے شیخ کی شکل و شباہت میں تبدیل ہو جانے کی زندہ مثال آپ تھے، حضرت رائے پوری ثالث نے اپنے شیخ کے بعد مسلسل **30** سال تک سلسلہ کے وابستگان کے قلوب کو صیقل کیا، اور اپنے شیخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علماء حق کی تمام تحریکات، تنظیمات اور مدارس کی سرپرستی فرمائی، اور اس فکر وعمل اور جہد و کردار کو زندہ رکھا، جو اس سلسلہ عالیہ رحیمیہ کی اساسی شناخت ہے۔ (تفصیلات کے لئے شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کا پمفلٹ نمبر ۴۹ لائق مطالعہ ہے)

حضرت رائے پوری رابع مدظلہ:

حضرت اقدس رائے پوری ثالث کے بعد آپ کے خلف اکبر حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ اس عظیم سلسلہ کے وارث اور جانشین ہوئے۔ آپ ایک طرف حضرت رائے پوری ثانی حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری کے اجل خلفا میں سے ہیں اور ان کے افکار عالیہ اور انفاس طیبہ کو اپنے اندر جذب کرنے والے ہیں تو دوسری طرف اپنے

والد گرامی حضرت رائے پوری ثالث کی وساطت سے رائے پوری وراثت کے وارث اور سچے جانشین ہیں، آپ اپنے مرشد اول حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری اور مرشد ثانی حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس اللہ اسرارہم کی عظیم شخصیات میں کچھ اس طرح جذب ہوئے ہیں کہ ان حضرات کے رنگ میں فنا ہو گئے ہیں، آپ بچپن سے لے کر تقریباً 30 سال حضرت اقدس رائے پوری ثانی کی صحبت میں رہے اور 30 سال ہی حضرت اقدس رائے پوری ثالث کی صحبت اور رفاقت میں گذاری ہے۔ مسلسل 60 سال تک رائے پوری سلسلہ عالیہ کا فیضان آپ کے قلب، عقل اور نفس کو کچھ اس طرح مزکی اور مصفی کر گیا کہ فنائیت کا اعلیٰ ترین مقام آپ کو حاصل ہوا۔ آپ نے اب تک اپنے قلب کی گرمی سے ہزاروں قلوب میں عشق الٰہی کا جذبہ بیدار کر دیا ہے اور اپنے عقل وشعور کی بصیرت سے ہزاروں افراد میں فکر وشعور کے چراغ جلا دیئے ہیں اور اپنے نفس ناطقہ کی صلاحیت اوا ستعداد سے ہزاروں نفوس کو صحیح راستہ پر گامزن کیا ہے۔

آپ اپنی شبانہ روز محنت کے ذریعہ سے سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے وابستگان بالخصوص نوجوانوں میں غلبہ دین کا جذبہ بیدار کرنے میں مصروف ہیں اور اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نوجوانوں میں قومی اور ملی ذمہ داریوں کا احساس فکر وعمل پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور یوں بھٹکی ہوئی انسانیت کے قلوب کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے ساتھ جوڑنے، اور مظلوم انسانیت کو دنیاوی ذلت اور اخروی عذاب سے نجات دلانے والے راستہ پر گامزن کرنے کیلئے سرگرم عمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات مشائخ عظام کی حرمت کی بدولت ہمیں زیغ وضلال اور گمراہی سے بچائے رکھے، اوران کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، دین اسلام پر ثابت قدمی سے عمل کرنے اور اس کو غالب کرنے کیلئے جرأت وہمت نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان حضرات اکابرین مشائخ عظام اور اس دور کے سچے وارث اور جانشین کی اتباع اور پیروی میں قبول فرمائے۔ (آمین)

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

آج کا دور ذرائع ابلاغ کا دور کہلاتا ہے مگر ان پر استحصالی سامراج کے تسلط نے ان کے جواز کو ہی موضوع بحث بنا دیا ہے چنانچہ ایک طبقہ کے ہاں ذرائع ابلاغ کا وجود ہی اپنا جواز کھو بیٹھا ہے لیکن یہ رویہ سامراج کی حکمت عملی کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ذرائع ابلاغ کے میدان میں اتر کر سامراج کی منصوبہ بندی کو اپنی بساط کے مطابق چیلنج کیا جائے جس کے لئے سب سے پہلے ضرورت ایک مضبوط اور صحت مندانہ نظام فکر کی تشکیل ہے تاکہ اس کی اساس پر عوامی رائے عامہ کی ذہنی سمت متعین کرنے کا لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔

اس حوالہ سے ابتدائی مرحلہ کے آغاز کے طور پر شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے ذریعہ اس فکری لٹریچر کی اشاعت کا آغاز کیا گیا جس نے برعظیم (پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت) میں دین حق سے تجدیدی ادب کے طور پر اپنی حیثیت منوائی اور اسلام کے نام پر سامراجی مقاصد کی ترویج پر مبنی فکر کو اسلام کی نمائندہ فکر بننے سے روکا۔

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن اب تک قرآنیات، سیرت النبیؐ، مذہبیات، تاریخ اسلام، اخلاقیات، ولی اللہی افکار، سماجیات، معاشیات، سیاسیات، نفسیات، تعلیم، نظام، تاریخ برعظیم اور مشاہیر علماء و مجاہدین آزادی جیسے اہم فکری و معلوماتی موضوعات پر شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا محمد میاںؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا شوکت اللہ انصاریؒ، مولانا محمد تقی امینیؒ، چوہدری افضل حقؒ اور مولانا مقبول عالمؒ وغیرہ کی فکری تحریریں اردو زبان میں شائع کر چکی ہے بعض پمفلٹس سندھی زبان میں بھی اشاعت کے مراحل سے گذر چکے ہیں فاؤنڈیشن نے اپنی مطبوعات کی ترویج کیلئے جہاں ایک نیٹ ورک قائم کیا ہے وہاں اس نے قارئین کو مطبوعات سے براہ راست مستفید ہونے کے نقطہ نظر سے 75 روپے ممبر شپ فیس سکیم بھی شروع کی ہے جس کے تحت اس سکیم کی مقررہ مدت میں درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں

1۔ نئے طبع ہونے والے پمفلٹس بلا قیمت بارہ کی تعداد تک ارسال کئے جا سکتے ہیں (یہ تعداد وصول ہوتے ہی ممبر شپ کی تجدید لازمی ہو گی۔

2۔ طبع شدہ پمفلٹس چالیس فیصد رعایت کے ساتھ حاصل کئے جا سکتے ہیں

3۔ سالانہ قرعہ اندازی کے ذریعہ پانچ ممبر قارئین کو ایک قیمتی کتاب کا تحفہ دیا جاتا ہے مزید تفصیلات و معلومات کے لئے درج ذیل پتہ پر خط و کتابت کی جا سکتی ہے۔

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

پی۔ او۔ بکس نمبر 363

جی پی او ملتان